رسول کریم ﷺ سے عقیدت اور خانہ کعبہ کی عظمت کی خاطر احرار کو مباہلہ کا چیلنج

(فرمودہ ۳۰/اگست ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے آج تک ہزارہا انبیاء اور مأمورین بھیجے ہیں بلکہ بعض احادیث سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا پتہ لگتا ہے۔[1] وہ روایت اس پایہ کی ہو یا نہ ہو کہ اس پر کسی عقیدہ کی بنیاد رکھی جاسکے اس میں شبہ نہیں کہ دنیا کے مختلف گوشوں اور کونوں میں جس طرح ہدایت کے سامان نظر آتے ہیں، جس طرح ایسے لوگوں کی یاد تازہ نظر آتی ہے جنہوں نے بندوں کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اپنی عمریں صرف کر دیں۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ انبیاء کا وجود تسلیم کرنا کوئی خلافِ عقل بات معلوم نہیں ہوتی۔ وہ انبیاء جو مختلف اقوام کی ہدایت کے لئے مختلف زمانوں میں آئے اپنے اپنے زمانہ کے مطابق ان کی تعلیموں میں اختلاف تھا۔ چنانچہ اس قسم کی نماز جس کا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے متبعین کو حکم دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نہیں پڑھی جاتی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بتلائی ہوئی نماز کے حضرت شعیبؑ تابع نہیں تھے اور نہ حضرت صالحؑ اور حضرت ہودؑ وہ نمازیں پڑھا کرتے تھے جنہیں بنی اسرائیل بجالایا کرتے تھے نہ اس قسم کی نمازیں اسلام میں مقرر کی گئی ہیں۔ روزے بے شک تمام

دنیا میں رکھے جاتے رہے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ [2] یعنی اگر تمہیں روزے رکھنے کے لئے کہا گیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں، پہلے لوگوں پر بھی روزے رکھنے تمہاری طرح فرض تھے۔ مگر اس میں کیا شبہ ہے کہ روزوں کی شکل میں اختلاف تھا اور وہ اختلاف آج تک نظر آتا ہے کہیں اس قسم کے روزے ہؤا کرتے تھے جنہیں وصال کہتے ہیں کہ درمیان میں سحری نہ کھانا۔ اس قسم کے روزوں میں صرف شام کے وقت روزہ کشائی کی جاتی اور دوسری سحری نہ کھا کر متواتر آٹھ پہر روزہ رکھا جاتا۔ کہیں ایسے روزے ہوتے کہ روزہ کشائی بھی نہ ہوتی اور تین تین، چار چار، پانچ پانچ دن متواتر روزہ رکھا جاتا۔ ایسے روزے بھی پائے جاتے ہیں جن میں لوگوں کو ہلکی غذا کھانے کی اجازت دی گئی ہے مگر ٹھوس غذاؤں سے منع کیا گیا ہے جیسے ہندوؤں یا عیسائیوں میں روزے ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کے روزوں کے متعلق تو عام طور پر مشہور ہے کہ ان کا روزہ صرف یہ ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز نہیں کھانی۔ اس کے علاوہ اگر وہ کئی سیر آم، کیلے اور نارنگیاں کھا جائیں تو ان کے روزہ میں فرق نہیں آتا۔ روٹی اور سالن کو چھوڑ کر باقی جو چیز چاہیں کھالیں۔

پھر اس سے بھی آسان روزے رومن کیتھولک عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں آخر انہوں نے بھی اپنی کسی مذہبی روایت کی بناء پر ہی یہ روزے رکھنے شروع کئے ہونگے یا کسی حواری سے کوئی بات پہنچی ہوگی۔ ان کا روزہ یہ ہوتا ہے کہ گوشت نہیں کھانا اگر وہ آلو اُبال کر یا کدو کا بھرتہ بنا کر دس پندرہ روٹیاں اس کے ساتھ کھالیں تو ان کا روزہ نہیں ٹُوٹتا۔ البتہ اگر گوشت کی بوٹی ان کے معدے میں چلی جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پس روزوں کے متعلق بھی مختلف اقوام میں اختلاف پائے جاتے ہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں ان احکام میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں بھی پوشیدہ ہونگی۔ مثلاً جو قومیں کثرت سے گوشت کھانے والی ہوں، وہ ان اخلاق سے رفتہ رفتہ محروم ہو جاتی ہیں جو سبزی کے استعمال کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اخلاقی اصلاح کے لئے اور انہیں یہ بتانے کے لئے کہ سبزی بھی غذا میں ضروری ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے دیا ہو کہ ہفتہ میں کم از کم ایک دن تم پر ایسا آنا چاہیئے جب تم گوشت نہ کھاؤ تو یہ نہایت پُر حکمت روزہ ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام نے ہماری غذا کے متعلق یہ ایک عام حکم دے دیا ہے کہ گوشت بھی کھاؤ اور سبزیاں بھی کھاؤ، آگ پر پکی

ہوئی چیزیں بھی استعمال کرو اور جنہیں آگ نے نہ چُھوا ہو وہ بھی استعمال کرلو۔غرض ہماری غذا میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی احتیاطیں جمع کر دی ہیں لیکن پہلی قوموں کے لئے ممکن ہے اس قسم کی احتیاطیں ناقابلِ برداشت پابندیاں ہوں اور ان کے اخلاق کی اصلاح کے لئے اس قسم کے روزے تجویز کئے گئے ہوں۔مثلاً وہ قومیں جو جنگی ہوتی ہیں اور جن کا شکار پر گزارہ ہوتا ہے، وہ ایک عرصہ تک گوشت کھانے کی وجہ سے ایسے اخلاق سے عاری ہو جاتی ہیں جو سبزی کھانے کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دے دیا گیا ہو کہ وہ ہفتہ میں ایک دن گوشت کھانا چھوڑ دیں تو یقیناً یہ روزہ ان کے لئے بہت مفید تھا پس پہلی قوموں میں روزے تو تھے مگر شکل وہ نہ تھی جو اسلام میں ہے۔یا مثلاً زکوٰۃ ہے ہر مذہب میں کسی نہ کسی رنگ میں صدقہ کا حکم پایا جاتا ہے مگر یہ نہیں کہ تمام مذاہب میں زکوٰۃ ان اصول پر مبنی ہو جن اصول پر اسلام کی زکوٰۃ مبنی ہے۔ ہندوؤں میں اور قسم کی زکوٰۃ تھی ، یہودیوں میں اور قسم کی زکوٰۃ تھی ،عیسائیوں میں اور قسم کی زکوٰۃ تھی اور اسلام میں اور قِسم کی زکوٰۃ ہے۔یا وراثت ہے وراثت کا اصل بھی تمام مذاہب کا ایک لازمی جُزو ہے کیونکہ اکثر ماں باپ کی جائداد ہوتی ہے اور بہر حال وہ جائداد ان کی اولاد میں تقسیم ہوتی ہے اس لئے ہر مذہب میں وراثت کا مسئلہ پایا جاتا ہے۔مگر ہر جگہ اس کی تفصیلات میں اختلاف ہے۔کہیں وراثت میں آزادی زیادہ ہے اور کہیں قید زیادہ ، کہیں لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا اور کہیں لڑکوں کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہے، پھر کہیں وصیّت کی عام اجازت ہے اور کہیں نہیں۔تو یہ جو ہزار ہا بلکہ سَوا لاکھ کے قریب انبیاء گزرے ہیں ان سب کی تعلیمات کی جُزئیات آپس میں مختلف تھیں مگر اس اختلاف کے باوجود ایک اتحاد بھی تھا۔اس اتحاد میں وہ منبع نظر آجاتا ہے جس سے ان سب پر کلام نازل ہوا۔سارے انبیاء کی تعلیم میں حتّٰی کہ بگڑی ہوئی تعلیموں میں بھی غور کرنے سے یہ نظر آتا ہے کہ جیسے پردے کے پیچھے چلمن سے کوئی عورت جھانک رہی ہو اسی طرح آسمانی وحی ان کی تعلیموں سے جھانکتی ہوئی نظر آتی ہے اور وہ جھانک جھانک کر اس ایک مقصد کا پتہ دے رہی ہے جس کے لئے تمام انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔وہ مقصد جیسا کہ ہر شخص کو معلوم ہے توحید ہے کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا جس نے دوسرے نبی سے توحید کے متعلق اختلاف کیا ہو۔توحید کے مدارج میں اختلاف ہوسکتا ہے کیونکہ جب تک لوگ توحید کی باریکیوں کے سمجھنے کے ناقابل تھے اس کی باریکیاں ان کے سامنے بیان نہ کی گئیں لیکن باوجود اس کے

کہ مختلف مذاہب کی کتب میں انسانی دست برد ہوگئی پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مذہب کی تعلیم سے حتّٰی کہ جو زیادہ سے زیادہ بگڑی ہوئی تعلیم ہے، اس سے بھی توحید جھانک رہی ہے مثلاً وید ہیں ان میں آگ، پانی اور عناصر کی پرستش کے متعلق بہت سی تعلیمیں پائی جاتی ہیں مگر باوجود اِس کے اگر کوئی شخص اپنے دل کو تعصب سے خالی کر کے وید پڑھے تو اسے اقرار کرنا پڑیگا کہ گو اس کے ظاہری الفاظ میں توحید دکھائی نہ دے مگر پسِ پردہ ویدوں میں بھی توحید جھانک رہی ہے اور اس بات کا ثبوت دے رہی ہے کہ ویدوں کی تعلیم لانے والے اُسی خدا کے بھیجے ہوئے تھے جس نے حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ توحید کی طرح بعض اخلاقی تعلیمیں بھی ایسی ہیں جو تمام مذاہب میں پائی جاتی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ہندوستان کے کسی سابقہ نبی نے اَور قسم کی نمازیں پڑھنے کے لئے کہا ہو، اَور قسم کے روزے رکھنے کے لئے کہا ہو، اَور قسم کا حج کرنے کا حکم دیا ہو، اَور قسم کے ورثہ کے متعلق تعلیم دی ہو یہ سب کچھ ممکن ہے۔ اور دنیا کے مختلف حصوں میں مبعوث ہونے والے نبی ارکانِ دین کے متعلق مختلف قسم کی تعلیمیں دے سکتے تھے مگر وہ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے صداقت کے متعلق اختلاف نہیں کر سکتے تھے۔ یہ کبھی ممکن نہ تھا کہ ہندوستان کا نبی یہ کہے کہ جھوٹ بولو اور فلسطین کا نبی یہ کہے کہ جھوٹ مت بولو۔

پس ہوسکتا ہے کہ پہلے نبی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی جُزئیات میں اختلاف رکھتے ہوں۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ وہ سچائی دیانت اور امانت کے متعلق آپس میں اختلاف رکھتے ہوں۔ پہلا الہام جب دنیا پر نازل ہوُا تو وہ یہی تعلیم لے کر آیا کہ سچ بولو جھوٹ سے پرہیز کرو۔ دیانت اور امانت سے کام لو ظلم اور تعدّی سے بچو اور وہ آخری شریعت کی آواز جو مکّہ سے خدا تعالیٰ نے بلند کی اس میں بھی لوگوں سے یہی کہا گیا کہ سچ بولو، دیانت پر قائم رہو اور ظلم و تعدّی سے بچو۔ انسانی حالات بدلے، قومیں بدلیں، تعلیمات بدلیں، تفصیلات بدلیں مگر یہ چیز نہ بدل سکی اور نہ بدل سکتی تھی جیسا کہ توحید نہیں بدل سکتی۔ پس وہ تعلیم جس پر تمام انبیاء بنی نوع انسان کو چلاتے آئے اگر کوئی قوم اس تعلیم کو چھوڑتی اور انبیاء کے تسلیم شدہ قانون کو توڑتی ہے تو وہ اس کے خمیازہ سے کبھی بچ نہیں سکتی۔ وہ تعلیمات ایک قانون کی طرح ہوتی ہیں جس طرح قانونِ قدرت کی خلاف ورزی کرنے والا طبعی سزاؤں سے نہیں بچ سکتا اور اُنہیں توڑنے والا اپنے کئے کی سزا پاتا ہے اسی طرح ان تعلیمات کا توڑنا بھی ایک زہر ہوتا

ہے ایسا زہر جس کے کھانے والا کبھی بچ نہیں سکتا اور جس کی زندگی پر موت کا آنا یقینی ہوتا ہے۔ ایک انسان اگر روزہ میں کوئی کوتاہی کرے تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔ مگر اس گناہ کی سزا بالکل ممکن ہے کہ اسے اس جہان میں نہ ملے بلکہ اگلے جہان میں ملے۔ اسی طرح اگر کوئی حج کے معاملہ میں بے احتیاطی کر بیٹھے اور اپنے اجتہاد کے دروازہ کو وسیع کر دے تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔ مگر بالکل ممکن ہے کہ اس گناہ کی سزا اسے اس جہان میں نہ ملے بلکہ اگلے جہان میں ملے۔ مگر یہ ہو نہیں سکتا کہ جو لوگ اس تعلیم کو توڑتے ہوں جس پر سارے انبیاء زور دیتے چلے آئے اور جو تمام مذاہب میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے وہ اس جہان میں اس کی سزا سے بچ جائیں بلکہ اُدھر وہ ظلم کرتے ہیں اِدھر انہیں ظلم کی سزا ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ جس طرح زہر کھانے والا زہر کھاتے ہی اپنی طبیعت میں ایک تغیر پاتا ہے اسی طرح توحید کا منکر فوراً اپنے اندر ایسا تغیر پاتا ہے جو اُس کی اعلیٰ طاقتوں کو برباد کر دیتا ہے۔ اسی طرح جھوٹ بولنے والا، ظلم کرنے والا، اتہام لگانے اور بد دیانتی کرنے والا اپنے اندر ایک ایسا تغیر پاتا ہے جو اُس کی مفید طاقتوں کو توڑ دیتا ہے۔ دوسروں پر ظلم کرنے اور جھوٹ بولنے والے کے متعلق خدا تعالیٰ یہ انتظار نہیں کرتا کہ اسے اس جہان میں مُہلت دی جائے اور اگلے جہان میں سزا دی جائے بلکہ وہ اِسی جہان میں اُسے پکڑتا اور اِس دنیا میں ذلیل اور رُسوا کر دیتا ہے کیونکہ یہ اخلاق کی بنیادیں ہیں اور ایسے امور میں بے احتیاطی کا ارتکاب کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر کس قدر افسوس کی بات ہے اُس قوم پر جو اپنی زندگی کا مدار ہی ان باتوں پر رکھتی ہے جو سچائی کا ہتھیار اختیار کرنے کی بجائے جھوٹ اور افتراء سے کام لینے کی عادی ہے۔ وہ جب جھوٹ بولتی ہے تو جھوٹ کے ذریعہ خود اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ میں مرچکی ہوں اور اپنے عمل سے اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ سچائی اس کے پاس نہیں۔ ایک شخص کسی پر جھوٹا مقدمہ دائر کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے مجھے مارا حالانکہ اس نے مارا نہیں ہوتا۔ یہ اس کی روحانی موت کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ اگر واقعی اس نے اسے ستایا ہوتا یا کوئی تکلیف دی ہوتی تو اسے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ وہی بات پیش کرتا جو وقوع میں آئی تھی کذب بیانی سے کام نہ لیتا۔ مگر اس کا جھوٹ بولنا بتاتا ہے کہ اصل واقعہ کوئی نہ تھا۔ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان کے دشمن ہمیشہ جھوٹ بولتے اور افترا سے کام لے کر وہ کچھ کہتے ہیں جو انبیاء نے نہیں کہا ہوتا اور اس طرح لوگوں کو اشتعال دلاتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسی قسم کی باتیں کفار کی طرف سے کہی جاتی تھیں ۔کہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ افتراء کیا جاتا کہ آپ انبیاء کے منکر ہیں ، کہیں یہ کہہ کر لوگوں کو متنفر کرنے کی کوشش کی جاتی کہ آپ پہلے بزرگوں کی ہتک کرتے ہیں ۔عیسائیوں نے سینکڑوں سال تک ایک دنیا کو یہ کہہ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بدظن کئے رکھا کہ آپ عورتوں کے اندر روح تسلیم نہیں کرتے ۔یا یہ کہا جاتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت حضرت عیسیٰ کے منکر تھے اور آپ ان کی ہتک کرتے تھے ۔اسی بناء پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہوں نے ایک ایسا نام رکھاہوُا تھا جس کا لینا بھی ہماری حدِ برداشت سے باہر ہے اور جس کے لفظی معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف کے ہیں حالانکہ یہ ساری باتیں بالکل جھوٹ ہیں ۔جن لوگوں نے اسلامی تاریخ کو پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ جس وقت صحابہ کفار کے مظالم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور انہوں نے نجاشی شاہِ حبش کی پناہ لی تو اُس وقت مکہ کے لوگوں نے عمرو بن العاص اور ابن ربیعہ پر مشتمل ایک وفد حبشہ کو بھیجا اور نجاشی کو اُس کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ ہمارے آدمیوں کو واپس کر دیا جائے کیونکہ اس طرح ہماری ہتک ہوتی ہے ۔جب یہ لوگ وہاں گئے اور نجاشی کے سامنے معاملہ پیش ہوُا تو اُس نے کہا جب تک اِن لوگوں کا کوئی جُرم ثابت نہیں ہوگا میں اِنہیں واپس کرنے کے لئے تیار نہیں ۔میرا مُلک آزاد ہے جو چاہے اِس میں رہے ۔ہاں اگر انکا مجرم ہونا ثابت کر دو تو اِنہیں تمہارے ساتھ بھیجا جا سکتا ہے ۔انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا جُرم یہی بیان کیا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کرتے ہیں ان کا یہ کہنا ہی بتا رہا تھا کہ صحابہ نے ان کا کوئی جُرم نہیں کیا تھا کیونکہ اگر واقعہ میں انہوں نے کوئی جُرم کیا ہوتا تو وہ اسے کیوں پیش نہ کرتے ۔ان کا یہ قول کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کرتے ہیں بتاتا ہے کہ وہ صحابہ کا کوئی حقیقی جُرم پکڑ نہیں سکتے ۔نجاشی نے یہ سن کر صحابہ کو بُلوایا اور پوچھا کہ آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ انہوں نے قرآن کریم کی بعض آیات پڑھ کر سنائیں جن میں ذکر آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ رسول تھے انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے روح ملی تھی اور ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوتے تھے ۔جب وہ آیتیں نجاشی کے سامنے پڑھی گئیں تو اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ کہنے لگا اب میں سمجھ گیا کہ تم پر ظلم کیا جاتا ہے ۔پھر اُس نے کہا کہ میں

اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو درجہ تم نے بیان کیا ہے، وہی میں سمجھتا ہوں اِس سے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں سمجھتا۔ میں تمہیں قریشِ مکہ کے حوالے نہیں کر سکتا تم آزادی سے میرے ملک میں رہو کوئی شخص تم پر ظُلم نہیں کر سکتا۔ ۳؎ بہرحال مکہ والوں نے یہی طریق اختیار کیا تھا کہ کہا صحابہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کرتے ہیں۔ آج ہمارے مخالف بھی ہمارے متعلق اسی قسم کی کذب بیانیوں سے کام لیتے ہیں، وہ جھوٹ بولتے ہیں اور صریح غلط بیانی کرتے ہوئے ہمارے متعلق وہ کچھ کہتے ہیں جو ہرگز ہمارا عقیدہ نہیں۔ مثلاً ہمارے متعلق کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والے ہیں یا کہتے ہیں کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اگر کسی کے اندر ایک ذرہ بھر بھی تخمِ دیانت ہو تو وہ ہمارے لٹریچر کو پڑھ کر یہ خیال بھی نہیں کر سکتا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کرنے والے ہیں۔ ہمارے عقائد بالکل واضح ہیں اور ہماری کتابیں بھی چھپی ہوئی موجود ہیں۔ ان کو پڑھ کر کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ ہم نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتے ہیں۔ ہاں دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ گو الفاظ میں یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے ہیں مگر ان کے دلوں میں آپ کا ادب نہیں مگر اِس صورت میں ہمارا یہ پوچھنے کا حق ہوگا کہ وہ کونسے ذرائع ہیں جن سے کام لے کر انہوں نے ہمارے دلوں کو پھاڑ کر دیکھ لیا اور معلوم کر لیا کہ ان میں حقیقتاً رسول کریم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کے جذبات ہیں۔ رسول کریم ﷺ کا ادب اور احترام جو ہمارے دلوں میں ہے، میں سمجھتا ہوں مخالفوں کے لئے اس کے پہچاننے کے دو طریق ہو سکتے ہیں ان دو طریق میں سے کسی ایک کو دشمن اختیار کر کے دیکھ لے اسے معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے دلوں میں رسول کریم ﷺ کی محبت ہے یا نہیں۔ مثلاً:

ایک تو یہ ہے کہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں میں سے ایسے لوگ جو ہمارے ساتھ مِلنے جُلنے والے ہوں سَو، دوسَو، چارسَو، پانچ سَو یا ہزار تلاش کر لئے جائیں اور ان ہزار سے کہا جائے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کی مقدس مذہبی کتاب ہاتھ میں لے کر اُس خدا کی جس کے ہاتھ میں اُن کی جان ہے قسم کھائیں اور یہ قسم کھا کر کہ اگر وہ جھوٹ بولیں تو اُن پر اور اُن کے بیوی بچوں پر خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہو بتائیں کہ جب کبھی احمدیوں سے انہیں بات چیت کرنے کا موقع ملا ہے، انہوں نے احمدیوں

کے دلوں کو کیسا پایا ہے؟ کیا رسول کریم ﷺ کا عشق اور آپ کی محبت انہوں نے محسوس کی یا رسول کریم ﷺ کی ہتک کا انہیں شبہ ہوا؟ اگر احمدی بِالفرض عام مسلمانوں کے سامنے رسول کریم ﷺ کی ہتک کرنے سے اس خیال سے بچتے ہیں کہ اس طرح مسلمان ناراض ہو جائیں گے تو ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے سامنے تو وہ نڈر ہو کر رسول کریم ﷺ کی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ہتک کرتے ہوں گے پس غیر احمدیوں کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ احمدی منافقت سے کام لے کر انہیں خوش کرنے کے لئے ان کے سامنے رسول کریم ﷺ کی تعریف کر دیتے ہیں مگر ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے متعلق یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔ پس میں کہتا ہوں تصفیہ کا آسان طریق یہ ہے کہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں میں سے ایک ہزار آدمی چُنا جائے اور وہ مؤکّد بعذاب حلف اُٹھا کر بتائیں کہ احمدی عام مسلمانوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کے متعلق زیادہ جوش رکھتے ہیں یا کم۔ اگر ایک ہزار سارے کا سارا یا اس کا بیشتر حصہ کیونکہ ایک دو جھوٹ بھی بول سکتے ہیں یہ گواہی دے کہ اس نے احمدیوں کو رسول کریم ﷺ کی عزت کرنے والا اور آپ کے نام کو دنیا میں بلند کرنے والا پایا تو اس قسم کا اعتراض کرنے والوں کو اپنے فعل پر شرمانا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں وہ لوگ جو ہمارے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں وہ بار بار ہمارے متعلق اِس اتہام کو دُہرا کر خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں کیونکہ کسی کو گالی دینے کا ایک طریق یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ دوسرے کی طرف گالی منسوب کر کے اس کا ذکر کیا جائے۔ جیسے کوئی شخص کسی کو اپنے منہ سے تو حرام زادہ نہ کہے مگر یہ کہہ دے کہ فلاں شخص آپ کو حرام زادہ کہتا تھا یہ بھی گالی ہوگی جو اس نے دوسرے کو دی گو دوسرے کی زبان سے دلائی۔ پس اگر یہ تصفیہ کا طریق جو میں نے بیان کیا ہے اس پر مخالف عمل نہ کریں تو میں کہوں گا ایسے اعتراض کرنے والے درحقیقت رسول کریم ﷺ کی خود ہتک کرتے ہیں گو اپنے منہ سے نہیں بلکہ ہماری طرف ایک غلط بات منسوب کر کے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ ان مخالفین میں سے وہ علماء جنہوں نے سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مطالعہ کیا ہوا ہو، پانچ سَو یا ہزار میدان میں نکلیں۔ ہم میں سے بھی پانچ سَو یا ہزار میدان میں نکل آئیں گے۔ دونوں مباہلہ کریں اور دعا کریں کہ وہ فریق جو حق پر نہیں خدا تعالیٰ اسے اپنے عذاب سے ہلاک کرے۔ ہم دعا کریں گے کہ اے خدا! تُو جو ہمارے سینوں کے رازوں سے واقف ہے اگر تُو جانتا ہے کہ ہمارے

دلوں میں واقعی رسول کریم ﷺ کی عظمت و محبت نہیں اور ہم آپ کو سارے انبیاء سے افضل و برتر یقین نہیں کرتے اور نہ آپ کی غلامی میں نجات سمجھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کا ایک خادم اور غلام نہیں جانتے بلکہ درجہ میں آپ کو رسول کریم ﷺ سے بلند سمجھتے ہیں تو اے خدا! ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو اس جہان میں ذلیل و رُسوا کر اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک کر۔ اس کے مقابلہ میں وہ دعا کریں کہ اے خدا! ہم کامل یقین رکھتے ہیں کہ احمدی رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتے، آپ کی تحقیر و تذلیل پر خوش ہوتے اور آپ کے درجہ کو گرانے اور کم کرنے کی ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اے خدا! اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے تو تُو اِس دنیا میں ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو ذلیل و رُسوا کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک کر۔

یہ مباہلہ ہے جو وہ ہمارے ساتھ کر لیں اور خدا پر معاملہ چھوڑ دیں۔ پانچ سَو یا ہزار کی تعداد میں ایسے علماء کا اکٹھا کرنا جو ہمارے سلسلہ کی کتب سے واقفیت رکھتے ہوں آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندہ کہلانے والوں کے لئے کوئی مشکل نہیں بلکہ معمولی بات ہے۔ اور ہم تو ان سے بہت تھوڑے ہیں مگر پھر بھی ہم تیار ہیں کہ پانچ سَو یا ہزار کی تعداد میں اپنے آدمی پیش کریں۔ شرط صرف یہ ہے کہ جن لوگوں کو وہ اپنی طرف سے پیش کریں وہ ایسے ہوں جو حقیقت میں ان کے نمائندہ ہوں۔ اگر وہ جاہل اور بیہودہ اخلاق والوں کو اپنی طرف سے پیش کریں تو ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ یہ تسلیم کر لیں کہ وہ ان کی طرف سے نمائندہ ہیں۔ ہاں احرار کے سرداروں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس میں شامل ہوں مثلاً مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب شامل ہوں، مولوی حبیب الرحمٰن صاحب شامل ہوں، مسٹر مظہر علی صاحب اظہر شامل ہوں، چوہدری افضل حق صاحب شامل ہوں، مولوی داؤد غزنوی صاحب شامل ہوں، اور ان کے علاوہ اور لوگ جن کو وہ منتخب کریں شامل ہوں۔ پھر کسی ایسے شہر میں جس پر فریقین کا اتفاق ہو یہ مباہلہ ہو جائے۔ مثلاً گورداسپور میں ہی یہ مباہلہ ہو سکتا ہے جس مقام پر انہیں خاص طور پر ناز ہے یا لاہور میں اس قسم کا اجتماع ہو سکتا ہے۔ ہم قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو اگر ہم رسول کریم ﷺ پر کامل یقین نہ رکھتے ہوں، آپ کو خاتم النّبیین نہ سمجھتے ہوں، آپ کو افضل الرسل یقین نہ کرتے ہوں اور قرآن کریم کو تمام دنیا کی ہدایت و راہنمائی کے لئے آخری شریعت نہ سمجھتے ہوں۔ اس کے مقابلہ میں

وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم یقین اور وثوق سے کہتے ہیں کہ احمدی رسول کریم ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے نہ آپ کو دل سے خاتم النّبیین سمجھتے ہیں اور آپ کی فضیلت اور بزرگی کے قائل نہیں بلکہ آپ کی توہین کرنے والے ہیں۔ اے خدا! اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے تو ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر عذاب نازل کر۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خودبخود فیصلہ ہو جائے گا کہ کونسا فریق اپنے دعویٰ میں سچا ہے، کون رسول کریم ﷺ سے حقیقی عشق رکھتا ہے اور کون دوسرے پر جھوٹا الزام لگاتا ہے مگر یہ شرط ہوگی کہ عذاب انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور ایسے سامانوں سے ہو جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کئے جاسکیں۔

دوسرا اتہام جو میں نے چند دن ہوئے سنا ہے وہ یہ ہے کہ منصوری میں احراریوں کا ایک جلسہ مولوی عطا اللہ شاہ صاحب کی صدارت میں منعقد ہؤا۔ جس میں مسٹر حسام الدین صاحب ایک احراری نے جماعت احمدیہ کے خلاف لوگوں کو اشتعال دلاتے ہوئے کہا کہ اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بھی بجادی جائے تو مرزائی لوگ اس کی کوئی پرواہ نہ کریں گے بلکہ خوش ہونگے۔ اس کے جواب میں بھی مَیں کہتا ہوں لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا تو الگ رہی، ہم تو یہ بھی پسند نہیں کرسکتے کہ خانہ کعبہ کی کسی اینٹ کو کوئی شخص بدنیتی سے اپنی اُنگلی بھی لگائے اور ہمارے مکانات کھڑے رہیں۔ جس طرح رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک صحابی کو جب کفارِ مکہ قتل کرنے لگے تو انہوں نے اُن صحابی سے پوچھا کہ کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تم اِس وقت مدینہ میں آرام سے بیٹھے ہوتے اور محمد (ﷺ) کو تمہاری جگہ سزا دی جاتی۔ اُس صحابی نے جواب دیا کہ تم تو یہ کہتے ہو کہ محمد ﷺ یہاں میری جگہ ہوں اور میں مدینہ میں آرام سے بیٹھا ہوں میں تو یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں اور محمد ﷺ کو مدینہ کی گلیوں میں چلتے ہوئے کوئی کانٹا چُبھ جائے۔[۴] اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ ہمیں تو یہ بھی پسند نہیں کہ خانہ کعبہ کی طرف کوئی بدنیت اُنگلی بھی اُٹھائے اور ہمارے مکان کھڑے رہیں۔ کُجا یہ کہ ہم خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجتی دیکھیں اور خوش ہوں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم قادیان کا احترام کرتے ہیں مگر کیا ایک چیز کے احترام کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ہم دوسری چیز کا احترام نہیں کرتے۔ کیا وہ شخص جو اپنے ماں باپ کا احترام کرتا ہے اُس کے احترام کے یہ معنی ہونگے کہ وہ رسول کریم ﷺ کا احترام نہیں کرتا۔ یا جو شخص رسول کریم

ﷺ کا احترام کرتا ہوا اُس کے احترام کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا احترام نہیں کرتا۔

ہزار ہا چیزیں دنیا میں ایسی ہیں جن کا ہم احترام کرتے ہیں، ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں، حضرت صالح علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں، حضرت ہود علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں، حضرت شعیب علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں، اور پھر رسول کریم ﷺ کا بھی احترام کرتے ہیں۔ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا احترام کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ہم دوسرے انبیاء کی ہتک کرتے ہیں؟ یا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا احترام کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ہم رسول کریم ﷺ کی توہین کرتے ہیں؟ فرض کرو اگر کوئی شخص سوال کرے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے زمانہ میں ہوں اور ان پر کوئی شخص حملہ کر دے تو کیا تم اپنی جان اور مال ان پر قربان کرو گے یا نہیں؟ تو کیا غیر احمدی اِس سوال کا یہ جواب دیں گے کہ ہم تو رسول کریم ﷺ پر اپنی جان قربان کرنے والے ہیں کسی اور کے لئے اگر جان قربان کر دیں گے تو رسول کریم ﷺ کی ہتک ہو جائے گی۔ یا ہر مسلمان مجبور ہے یہ جواب دینے کے لئے کہ اگر بِالفرض حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا میں ظاہر ہوں اور کوئی شخص اُن پر حملہ کرے تو وہ اپنی جان اور اپنا مال آپ پر قربان کر دے گا مگر کیا اِس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتا ہے؟ کیا وہ جو کہا کرتے ہیں کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ[5] وطن کی محبت ایمان کا ایک جُزو ہے، جو کہا کرتے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے ہمیں اپنا سب کچھ قربان کر دینا چاہئے اُن کے اِس قول کے یہ معنی ہوا کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ پر اگر کوئی حملہ کرے تو وہ اس کے بچانے کے لئے کوئی حرکت نہیں کریں گے؟ پھر کیا یہی بات ان کے متعلق نہیں کہی جاسکتی؟ اگر ہندوستان سے اتنی محبت کرنے کے باوجود کہ وہ لوگ کہا کرتے ہیں جب تک انگریزوں کو ہندوستان سے نکال نہ دیا جائے تو ایمان قائم نہیں رہ سکتا، ان کی مکہ معظّمہ سے محبت رہ سکتی ہے؟ تو قادیان سے محبت کا یہ نتیجہ کیونکر نکالا جاسکتا ہے کہ ہمیں مکہ معظّمہ محبوب نہیں۔ **بے شک ہمیں قادیان محبوب ہے اور بے شک ہم قادیان کی حفاظت کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں مگر خدا شاہد ہے خانہ کعبہ قادیان سے بدرجہا زیادہ محبوب ہے ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ خدا وہ دن نہیں لاسکتا لیکن اگر خدانخواستہ کبھی وہ دن آئے کہ خانہ کعبہ بھی خطرہ**

میں ہو اور قادیان بھی خطرہ میں ہو اور دونوں میں سے ایک کو بچایا جا سکتا ہو تو ہم ایک منٹ بھی اِس مسئلہ پر غور نہیں کریں گے کہ کس کو بچایا جائے بلکہ بغیر سوچے کہہ دیں گے کہ خانہ کعبہ کو بچانا ہمارا اوّلین فرض ہے پس قادیان کو ہمیں خدا تعالیٰ کے حوالے کر دینا چاہیئے۔ خود رسول کریم ﷺ نے خانہ کعبہ کے بعد مدینہ کے لئے دعا کی اور کہا اے میرے ربّ! جیسے حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کے لئے برکت چاہی تھی، میں تجھ سے مدینہ کے ناپوں اور پیمانوں میں برکت چاہتا ہوں اور جیسے وہاں ایک حصہ کو حرم قرار دیا گیا، اسی طرح مَیں بھی مدینہ کے ایک حصہ کو حرم بناتا ہوں اور جس طرح وہاں شکار اور فساد اور قتل وخون ریزی کی ممانعت ہے اسی طرح میں بھی مدینہ کے ایک علاقہ میں شکار، فساد اور قتل وخون ریزی منع کرتا ہوں۔ مگر کیا کوئی نادان کہہ سکتا ہے کہ یہ دعا مانگ کر رسول کریم ﷺ مکہ معظّمہ کی ہتک کرنا چاہتے تھے؟ مدینہ کو مکرم بنانے کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ مکہ معظّمہ کی عزت کم ہے۔ اِسی طرح قادیان کو عزت دینے کے بھی ہرگز یہ معنی نہیں کہ ہمارے دلوں میں خانہ کعبہ یا مدینہ منورہ کی عزت نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مکہ وہ مقدس مقام ہے جس میں وہ گھر ہے جسے خدا نے اپنا گھر قرار دیا اور مدینہ وہ بابرکت مقام ہے جس میں محمد ﷺ کا آخری گھر بنا، جس کی گلیوں میں آپؐ چلے پھرے اور جس کی مسجد میں اِس مقدس نبیؐ نے جو سب نبیوں سے کامل نبیؐ تھا اور سب نبیوں سے زیادہ خدا کا محبوب تھا، نمازیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔ اور قادیان وہ مقدس مقام ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ مقدسہ کا خدا تعالیٰ نے دوبارہ حضرت مرزا صاحب کی صورت میں نزول کیا۔ یہ مقدس ہے باقی سب دنیا سے مگر تابع ہے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے۔

پس وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے تو احمدی خوش ہوں گے وہ جھوٹ بولتا ہے، وہ افترا کرتا ہے اور وہ ظلم وتعدی سے کام لے کر ہماری طرف وہ بات منسوب کرتا ہے جو ہمارے عقائد میں داخل نہیں اور ہم اس شخص سے کہتے ہیں۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

قادیان کو خدا تعالیٰ نے دنیا میں اس لئے قائم کیا ہے کہ تا مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت کو اس کے ذریعہ دوبارہ قائم کیا جائے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اس لئے بھیجا کہ تا آپ رسول کریم ﷺ کی اُس عزت کو جو لوگوں کے قلوب سے محو ہو چکی تھی، دوبارہ قائم کریں اور آپؐکے نام کی بڑائی ظاہر کریں۔ ہم رسول کریم ﷺ پر ایمان لا کر خدا تعالیٰ کے منکر نہیں ہو

جاتے اسی طرح ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا کر رسول کریم ﷺ کے باغی نہیں ہو جاتے ۔ پھر ہم مدینہ منورہ کی عزت کر کے خانہ کعبہ کی ہتک کرنے والے نہیں ہو جاتے ۔ اسی طرح ہم قادیان کی عزت کر کے مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ کی توہین کرنے والے نہیں ہو سکتے ۔ خدا تعالیٰ نے اِن تینوں مقامات کو مقدس کیا اور اِن تینوں مقامات کو اپنی تجلیات کے اظہار کے لئے چُنا ۔ بیت اللہ کو خدا تعالیٰ نے حج کے لئے چُنا جس کے سِوا اِس دنیا میں قیامت تک اور کوئی حج کی جگہ نہیں ۔ مدینہ منورہ کو خدا تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی ذات کے لئے چُنا ۔ اور اب خدا تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے دوسرے روحانی ظہور کے لئے اور اپنے مسیح و مہدی کے مقامِ نزول کے لئے قادیان کو چُنا ۔ نہ حج کسی اور جگہ پر کیا جا سکتا ہے نہ رسول کریم ﷺ دوبارہ دنیا میں آ سکتے ہیں اور کسی اور شہر کو آپ کی جائے سکونت ہونے کا فخر حاصل ہو سکتا ہے اور نہ مسیح و مہدی اب دوبارہ آ سکتے ہیں ۔ پس اِن دو بستیوں کو چھوڑ کر قادیان کے برابر دنیا کی اور کوئی بستی نہیں ۔ لیکن مکہ و مدینہ قادیان سے بھی بلند شان رکھنے والے ہیں ۔ جس خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت دکھائی تھی ، اُسی خدا نے اپنی طاقتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دشمنوں کو نیچا دکھایا اور اُسی خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کو غرق کیا لیکن رسول کریم ﷺ کی مدد کرنے کے ہرگز یہ معنی نہیں تھے کہ حضرت موسیٰ ، حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیھم السلام کی خدا تعالیٰ نے مدد نہیں کی تھی ۔ اسی طرح مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی حفاظت اور انہیں اپنے جلال کے اظہار کے لئے مخصوص کر لینے کے ہرگز یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اور مقام خدا تعالیٰ کا فضل جذب نہیں کر سکتا ۔ ہمارا خدا وسیع طاقتوں اور قدرتوں والا خدا ہے اُس کے خزانے کبھی خالی نہیں ہوتے اور اُس کی فوجیں انسانی شمار سے باہر ہیں ۔ وہ جس طرح ایک مقام کی حفاظت کر سکتا ہے اسی طرح دوسرے مقام کی بھی اپنی فوجوں سے محافظت کر سکتا ہے ۔

میں چھوٹا تھا کہ میں نے رؤیا دیکھا کہ ایک مصلّٰی ہے جس پر میں نماز پڑھ کے بیٹھا ہوں اور میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ وہ شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی کی ہے اور اس کا نام منہاج الطالبین ہے یعنی خدا تعالیٰ تک پہنچنے والوں کا رستہ ۔ میں نے اس کتاب کو پڑھ کر رکھ دیا ۔ پھر یکدم خیال آیا کہ یہ کتاب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو دینی ہے اس لئے میں اسے ڈھونڈھنے لگا مگر وہ ملتی نہیں ۔ ہاں اسے ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ایک اور کتاب مل گئی ۔ اُس وقت میری

زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے کہ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ یعنی تیرے ربّ کے لشکروں کو سوائے اُس کے اور کوئی نہیں جانتا۔تو اللہ تعالیٰ کی فوجوں میں کوئی کمی نہیں۔اگر کم فوجیں ہوتیں تب تو کہا جاسکتا تھا کہ قادیان کو خدا تعالیٰ نے کیوں مکرم بنا دیا۔اگر تینوں مقدس مقامات پر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ بیک وقت حملہ ہو گیا تو وہ فوجیں کہاں سے آئیں گی جو اِن سب کی حفاظت کریں گی۔پس اگر خدا تعالیٰ کی فوجیں محدود ہوتیں تب تو احرار کو فکر ہوسکتا تھا کہ اگر مدینہ پر حملہ ہو گیا تو اس کی حفاظت کی کیا صورت ہوگی، مکہ معظّمہ پر حملہ ہو گیا تو اُس کی حفاظت کی کیا صورت ہوگی اور قادیان پر حملہ ہو گیا تو اُس کی حفاظت کی کیا صورت ہوگی لیکن جس کے ایک کُنْ کہنے سے زمین وآسمان بن جاتے اور ایک کُنْ کہنے سے بنے بنائے کام تباہ ہو جاتے ہیں، اُس کو اِس بخل اور کنجوسی کی کیا ضرورت ہے۔خدا تعالیٰ تین کیا تین ہزار بلکہ تین لاکھ شہر بھی اگر مکرم بنا دے تو ان کی حفاظت کے لئے کیا اُس نے کسی سے کچھ مانگنے جانا ہے کہ مخالفین کو اِس کا فکر لگا ہوا ہے! اگر تو مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی حفاظت خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ نہ لی ہوئی ہوتی اور اس کی حفاظت مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب کے سپرد ہوتی، تب وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم کہاں کہاں کی حفاظت کریں لیکن جب کہ خدا تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی حفاظت ہمارے سپرد نہیں کی بلکہ اپنے ذمہ لی ہے تو ان مولویوں کو اس قسم کے الفاظ اپنی زبان سے نکالنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ان مولویوں کا تو خدا پر اتنا بھی ایمان نہیں جتنا رسول کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کا تھا جو اسلام سے پہلے ہوئے ہیں۔اگر حضرت عبدالمطلب جتنا ایمان بھی ان کے دلوں میں ہوتا تو یہ سمجھ لیتے کہ مکہ معظّمہ کی حفاظت خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے، انسان کے سپرد نہیں کی۔

تاریخوں سے ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی پیدائش سے کچھ مدت پہلے ایبے سینیا کی حکومت کی طرف سے یمن کے علاقہ پر ابرہہ نامی ایک گورنر مقرر تھا اُس نے چاہا کہ عربوں کو عیسائیت کی طرف کھینچنے کے لئے ان کی توجہ بیت اللہ کی طرف سے ہٹا دی جائے۔اِس غرض کے لئے اس نے اپنی طرف سے بعض کوششیں کیں مگر جب ناکام ہوا تو اُسے خیال پیدا ہوا کہ اگر میں کعبہ کو گرا دوں تو شاید اس طرح لوگوں کی توجہ اس سے پھر جائے۔اس خیال کے آنے پر وہ اپنی فوجیں لے کر بیت اللہ کی طرف چل پڑا۔اُس وقت حبشہ کی طاقت بہت بڑھی ہوئی تھی۔موجودہ ایبے سینیا سے اس کا ملک بہت وسیع تھا اور حبشہ کی دولت بھی اُس وقت بہت زیادہ تھی۔کیونکہ یمن بہترین سرسبز مقامات میں سے ہے

جو اس کے قبضہ میں تھا۔ پس ابرہہ اور اُس کی فوجیں مالدار، دولت مند اور ساز وسامان رکھنے والی تھیں ۔ جب فوجیں مکہ کے قریب پہنچیں تو اِس لاؤلشکر کو دیکھ کر مکہ والوں کو کچھ بھی نہ سُوجھا اور وہ چُپ ہو کر بیٹھ گئے ۔ ابرہہ نے ایک چھوٹا سا دستہ آگے بھیجا جو مکہ والوں کے بہت سے جانور جو باہر چَر رہے تھے سمیٹ کر لے آیا ۔ ان جانوروں میں دوسَو اونٹ حضرت عبدالمطلب کے بھی تھے ۔ اس کے بعد ابرہہ کے لشکر میں بیماری پھیل گئی اور اُس کی فوج کے لوگ پے در پے مرنے لگے تو اُسے یہ خیال آیا کہ مکہ والے اگر مجھ سے آکر کہیں کہ میں واپس چلا جاؤں تو میں واپس لَوٹ جاؤں گا ۔ تاریخوں سے ثابت ہے کہ وہ بیماری چیچک تھی ۔ بہرحال کوئی نہ کوئی موت ایسی تھی جس نے ابرہہ کے لشکر کو تباہ کر دیا ۔ قرآن کریم میں بھی سورۃ الفیل میں اس کا ذکر آتا ہے ۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں اور جانور اُن کی بوٹیاں نوچ نوچ کر پتھروں پر مارتے اور کھاتے تھے ۔ جس طرح چِیلیں اور گِدھیں کھاتی ہیں جب بیماری نے اس کے لشکر کے اکثر حصہ کو ناکارہ کر دیا تو اُس نے اپنی عزت رکھنے کے لئے اہل مکہ کو کہلا بھیجا کہ بعض سردار میرے پاس بھیجے جائیں میں اُن سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں ۔ انہوں نے ایک وفد بھیجا جس کے سردار عبدالمطلب تھے جب وفد اُس کے پاس پہنچا اور حضرت عبدالمطلب نے ان سے باتیں کیں تو ان کی باتوں کا ابرہہ پر نہایت گہرا اثر پڑا اور سیاسیات میں ان کی رائے کو اُس نے نہایت ہی صائب اور معقول پایا۔ اور اِس امید میں رہا کہ ابھی یہ مجھ سے کہیں گے کہ خانہ کعبہ پر حملہ نہ کیا جائے اور لشکر واپس لے جائیں اور میں ان کے سر احسان رکھ کر واپس چلا جاؤں گا مگر حضرت عبدالمطلب نے اس کا ذکر تک نہ کیا ۔ آخر کچھ دن انتظار کرنے کے بعد ابرہہ خود ہی کہنے لگا میرا دل چاہتا ہے آپ لوگ مجھ سے کچھ مانگیں تو میں دوں ۔ اسے پھر بھی یہی خیال رہا کہ یہ کہیں گے آپ خانہ کعبہ کو گرانے کا ارادہ ترک کر دیں اور واپس چلے جائیں ۔ وہ چونکہ اب لشکر ڈالے تنگ آ چکا تھا اس لئے گفتگو کو ہیر پھیر کر اسی طرف لانا چاہتا تھا مگر حضرت عبدالمطلب نے اِس کا جواب صرف یہ دیا کہ میرے دوسَو اونٹ آپ کے سپاہی پکڑ کر لے آئے ہیں وہ مجھے واپس کر دیئے جائیں ۔ یہ سنکر جیسے انسان دنگ رہ جاتا ہے اُس کا رنگ فق ہو گیا اور کہنے لگا آپ کی باتوں کا مجھ پر بڑا اثر تھا اور میں سمجھتا تھا کہ آپ بڑے ہی سمجھدار ہیں مگر آپ کی اس بات سے وہ سارا اثر جاتا رہا ہے ۔ انہوں نے پوچھا کس طرح ؟ اُس نے کہا تمہارے سامنے اِس وقت اتنی خوفناک مصیبت ہے کہ میں تمہارے کعبہ کو

گرانے آیا ہوں اور کہتا ہوں کہ مجھ سے جو مانگنا ہو مانگو، مگر تم بجائے یہ کہنے کے کہ ہمارا کعبہ مت گراؤ، یہ کہتے ہو کہ میرے دوسَو اونٹ واپس کر دیئے جائیں۔ بھلا ایسے خطرے کی حالت میں اونٹوں کا خیال کرنا بھی کوئی عقلمندی ہے؟ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ تم نے میری بات پر غور نہیں کیا ورنہ اسی سے جواب سمجھ جاتے۔ عبدالمطلب صرف دوسَو اونٹوں کا مالک ہے جب اسے اپنے اونٹوں کی فکر پڑ گئی تو کیا تم سمجھتے ہو کہ خانہ کعبہ کے مالک خدا کو اپنے گھر کی کوئی فکر نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اگر یہ کعبہ خدا کا گھر ہے تو اس گھر کا مالک اس کی آپ حفاظت کرے گا مجھے اس کی فکر کی کیا ضرورت ہے۔[۶] اس میں شبہ نہیں کہ انسانوں کا کام بھی ہوتا ہے کہ وہ شعائر اللہ کی حفاظت میں حصہ لیں مگر یہ محض ثواب کے لئے ہوتا ہے۔ اصل حفاظت وہی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ خود کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے ساتھ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ میں آپ کو دشمنوں کے حملوں سے بچاؤں گا مگر باوجود اس کے صحابہ نے رسول کریم ﷺ کے گرد پہرے دیئے۔ مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ کے پہروں کی وجہ سے رسول کریم ﷺ کی جان محفوظ رہی۔ کیا ہزاروں بادشاہ مضبوط پہروں کے ہوتے ہوئے قتل نہیں ہو گئے؟ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کے پہروں کی وجہ سے رسول کریم ﷺ کی حفاظت ہوئی۔ رسول کریم ﷺ کی حفاظت محض خدا تعالیٰ نے کی۔ ہاں ثواب کے لئے صحابہ نے بھی اس میں حصہ لے لیا۔ اسی طرح اگر خدانخواستہ خانہ کعبہ پر کوئی دشمن حملہ کر دے تو گو ہر مسلمان کا فرض ہوگا کہ وہ اپنی ہر چیز خانہ کعبہ کی حفاظت کیلئے قربان کر دے مگر اصل حفاظت وہی کرے گا جو خانہ کعبہ کا مالک اور ہمارا خدا ہے۔

میں اِس قسم کا اعتراض کرنے والوں کو ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ان کے دلوں میں خانہ کعبہ کی عزت زیادہ ہے یا ہمارے دلوں میں۔ آج سے کئی سال پہلے جب بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ تھے، ایک ترکی سفیر یہاں آیا۔ ترکی حکومت کو مضبوط بنانے کے لئے اس نے مسلمانوں سے بہت سا چندہ لیا اور جب اُس نے جماعت احمدیہ کا ذکر سنا تو قادیان بھی آیا۔ حسین کامی اس کا نام تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس کی گفتگو ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ مجھے یہاں سے زیادہ مدد ملے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُس کا وہ احترام کیا جو ایک مہمان کا کرنا چاہئے۔ پھر مذہبی گفتگو بھی ہوگئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُسے کچھ نصائح کیں کہ دیانت و امانت

پر قائم رہنا چاہئے لوگوں پر ظلم نہیں کرنا چاہئے ۔اور فرمایا کہ رومی سلطنت ایسے ہی لوگوں کی شامتِ اعمال سے خطرہ میں ہے کیونکہ وہ لوگ جو سلطنت کی اہم خدمات پر مأمور ہیں اپنی خدمات کو دیانت سے ادا نہیں کرتے اور سلطنت کے سچے خیر خواہ نہیں بلکہ اپنی طرح طرح کی خیانتوں سے اس اسلامی سلطنت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں ۔اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سلطان روم کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں ۔اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے ہیں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہیں ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ نصیحتیں کیں تو اُس سفیر کو بہت بُری لگیں کیونکہ وہ اس خیال کے ماتحت آیا تھا کہ میں سفیر ہوں اور یہ لوگ میرے ہاتھ چُومیں گے اور میری کسی بات کا انکار نہیں کریں گے ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اُس سے یہ کڑوی کڑوی باتیں کیں کہ تم حکومت سے بڑی بڑی تنخواہیں وصول کر کے اس کی غداری کرتے ہو، تمہیں تقویٰ و طہارت سے کام لیکر اسلامی حکومت کو مضبوط کرنا چاہئے تو وہ یہاں سے بڑے غصہ میں گیا اور اُس نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ اسلامی حکومت کی ہتک کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ترکی حکومت میں بعض کچے دھاگے ہیں ۔مسلمان عام طور پر دین سے محبت رکھتے ہیں مگر افسوس کہ مولوی انہیں کسی بات پر صحیح طور سے غور کرنے نہیں دیتے ۔یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عوام الناس اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے اور سچائی سے پیار کرتے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ مولوی انہیں کسی بات پر غور کرنے نہیں دیتے اور جھٹ اشتعال دلا دیتے ہیں ۔اس موقع پر بھی مولویوں نے عام شور مچا دیا کہ ترکی حکومت جو محافظِ حرمین شریفین ہے اس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہتک کی ہے ۔جب یہ شور بلند ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس کے جواب میں لکھا تم تو یہ کہتے ہو کہ ترکی حکومت مکہ اور مدینہ کی حفاظت کرتی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ ترکی حکومت چیز ہی کیا ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ کی حفاظت کرے، مکہ اور مدینہ تو خود ترکی حکومت کی حفاظت کر رہے ہیں ۔جس شخص کے دل میں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق اتنی غیرت ہو، اُس کے ماننے والوں کے متعلق کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بج جائے تو وہ خوش ہوں ۔ہم تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ تسلیم کیا جائے کہ حقیقی طور پر مکہ اور مدینہ کی کوئی حکومت

حفاظت کر رہی ہے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ عرش سے خدا مکہ اور مدینہ کی حفاظت کر رہا ہے کوئی انسان ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں ظاہری طور پر ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی دشمن ان مقدس مقامات پر حملہ کرے تو اُس وقت انسانی ہاتھ کو بھی حفاظت کے لئے بڑھایا جائے لیکن اگر خدانخواستہ کبھی ایسا موقع آئے تو اُس وقت دنیا کو معلوم ہو جائیگا کہ حفاظت کے متعلق جو ذمہ داری خدا تعالیٰ نے انسانوں پر عائد کی ہے اس کے ماتحت جماعت احمدیہ کس طرح سب لوگوں سے زیادہ قربانی کرتی ہے۔ ہم ان مقامات کو مقدس ترین مقامات سمجھتے ہیں، ہم ان مقامات کو خدا تعالیٰ کے جلال کے ظہور کی جگہ سمجھتے ہیں اور ہم اپنی عزیز ترین چیزوں کو ان کی حفاظت کے لئے قربان کرنا سعادتِ دارین سمجھتے ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جو شخص ترچھی نگاہ سے مکہ کی طرف ایک دفعہ بھی دیکھے گا، خدا اُس شخص کو اندھا کر دے گا اور اگر خدا تعالیٰ نے کبھی یہ کام انسانوں سے لیا تو جو ہاتھ اس بدبیں آنکھ کو پھوڑنے کے لئے آگے بڑھیں گے، ان میں ہمارا ہاتھ خدا تعالیٰ کے فضل سے سب سے آگے ہوگا۔

آج سے کئی سال پہلے جب لارڈ چیمسفورڈ ہندوستان کے وائسرائے تھے مسلمانوں میں شور پیدا ہوا کہ انگریز بعض عرب رؤسا کو مالی مدد دے کر انہیں اپنے زیرِ اثر لانا چاہتے ہیں۔ یہ شور جب زیادہ بلند ہوا تو حکومتِ ہند کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہم عرب رؤسا کو کوئی مالی مدد نہیں دیتے۔ مسلمان اس پر خوش ہو گئے کہ چلو خبر کی تردید ہوگئی لیکن میں نے واقعات کی تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ گو ہندوستان کی حکومت بعض عرب رؤسا کو مالی مدد نہیں دیتی مگر حکومتِ برطانیہ اس قسم کی مدد ضرور دیتی ہے چنانچہ ساٹھ ہزار پونڈ ابن سعود کو ملا کرتے تھے اور کچھ رقم شریف حسین کو ملتی تھی۔ جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے لارڈ چیمسفورڈ کو لکھا کہ گو لفظی طور پر آپ کا اعلان صحیح ہے مگر حقیقی طور پر صحیح نہیں۔ کیونکہ حکومتِ برطانیہ کی طرف سے ابن سعود اور شریف حسین کو اِس اِس قدر مالی مدد ملتی ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ مسلمان عرب پر انگریزی حکومت کا تسلط کسی رنگ میں بھی پسند نہیں کر سکتے۔ ان کا جواب میں مجھے خط آیا (وہ بہت ہی شریف طبیعت رکھتے تھے) کہ یہ واقعہ صحیح ہے مگر اس کا کیا فائدہ کہ اس قسم کا اعلان کر کے فساد پھیلایا جائے ہاں ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہ ہرگز منشاء نہیں کہ عرب کو اپنے زیرِ اثر لائے۔ پس ہم ہمیشہ عرب کے معاملات میں دلچسپی لیتے رہے۔ جب ترک عرب پر حاکم تھے تو اُس وقت ہم نے ترکوں کا ساتھ دیا۔ جب

شریف حسین حاکم ہؤا تو لوگوں نے ان کی سخت مخالفت کی مگر ہم نے کہا اب فتنہ فساد پھیلانا مناسب نہیں۔ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے حاکم بنا دیا ہے اُس کی حکومت کو تسلیم کر لینا چاہیئے تاکہ عرب میں نت نئے فسادات کا رونما ہونا بند ہو جائے۔ اس کے بعد نجدیوں نے حکومت لے لی تو باوجود اس کے کہ لوگوں نے بہت شور مچایا کہ انہوں نے قبے گرا دیئے اور شعائر کی ہتک کی ہے اور باوجود اِس کے کہ سب سے بڑے دشمن اہلِ حدیث ہی ہیں ہم نے سلطان ابن سعود کی تائید کی۔ صرف اس لئے کہ مکہ مکرمہ میں روز روز کی لڑائیاں پسندیدہ نہیں حالانکہ وہاں ہمارے آدمیوں کو دُکھ دیا گیا، حج کے کے لئے احمدی گئے تو انہیں مارا پیٹا گیا مگر ہم نے اپنے حقوق کے لئے بھی اس لئے صدائے احتجاج کبھی بلند نہیں کی کہ ہم نہیں چاہتے ان علاقوں میں فساد ہوں۔ مجھے یاد ہے مولانا محمد علی صاحب جب مکہ مکرمہ کی مؤتمر سے واپس آئے تو وہ ابن سعود سے سخت نالاں تھے۔ شملہ میں ایک دعوت کے موقع پر ہم سب اکٹھے ہوئے تو انہوں نے تین گھنٹے اس امر پر بحث جاری رکھی۔ وہ بار بار میری طرف متوجہ ہوتے اور میں انہیں کہتا کہ مولانا آپ کتنے ہی ان کے ظلم بیان کریں جب ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے حجاز کا بادشاہ بنا دیا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ ہماری کوششیں اب اس امر پر صَرف ہونی چاہئیں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں فساد اور لڑائی نہ ہو اور جو شورش اِس وقت جاری ہے وہ دب جائے اور امن قائم ہو جائے تاکہ ان مقدس مقامات کے امن میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ ابھی ایک عہد نامہ ایک انگریز کمپنی اور ابن سعود کے درمیان ہؤا ہے۔ سلطان ابن سعود ایک سمجھدار بادشاہ ہیں مگر بوجہ اس کے کہ وہ یورپین تاریخ سے اتنی واقفیت نہیں رکھتے وہ یورپین اصطلاحات کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے۔ ایک دفعہ پہلے جب وہ اٹلی سے معاہدہ کرنے لگے تو ایک شخص کو جو اِن کے ملنے والوں میں سے تھے میں نے کہا تم سے اگر ہو سکے تو میری طرف سے سلطان ابن سعود کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ معاہدہ کرتے وقت بہت احتیاط سے کام لیں۔ یورپین قوموں کی عادت ہے کہ وہ الفاظ نہایت نرم اختیار کرتی ہیں مگر ان کے مطالب نہایت سخت ہوتے ہیں۔ اب وہ معاہدہ جو انگریزوں سے ہؤا شائع ہؤا ہے اور اس کے خلاف بعض ہندوستانی اخبارات مضامین لکھ رہے ہیں۔ میں نے وہ معاہدہ پڑھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بعض غلطیاں ہو گئی ہیں اور اس معاہدہ کی شرائط کی رو سے بعض موقعوں پر بعض بیرونی حکومتیں یقیناً عرب میں دخل دے سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اِس کو پڑھ کر میرے دل کو سخت رنج پہنچا حالانکہ انگریزوں سے ہمارا تعاون ہے اور ہم اس کا ذکر کرنے سے کبھی ڈرے نہیں سوائے حکومتِ پنجاب کے کہ اس نے دو تین سال سے خود ہمارے تعاون کو ٹھکرا دیا ہے باقی انگریزی حکومت سے ہم نے ہمیشہ تعاون کیا اور ہمیشہ تعاون کرتے رہیں گے جب تک وہ خود حکومتِ پنجاب کی طرح ہمیں دھتکار نہ دے مگر باوجود اِس کے کہ میں انگریزی حکومت کے ڈھانچہ کو دنیا کے لئے مفید ترین طرزِ حکومت سمجھتا ہوں جس میں اصلاح کی گنجائش ضرور ہے مگر وہ توڑنے کے قابل شے نہیں ہے پھر بھی انگریز ہوں یا کوئی اور حکومت، عرب کے معاملہ میں ہم کسی کا لحاظ نہیں کر سکتے۔ اس معاہدہ میں ایسی احتیاطیں کی جاسکتی تھیں کہ جن کے بعد عرب کیلئے کسی قسم کا خطرہ باقی نہ رہتا مگر بوجہ اس کے کہ سلطان ابن سعود یورپین اصطلاحات اور بَیْنَ الْاَقْوَامِی معاملات سے پوری واقفیت نہیں رکھتے انہوں نے الفاظ میں احتیاط سے کام نہیں لیا اور اس میں انہوں نے عام مسلمانوں کا طریق اختیار کیا ہے۔ مسلمان ہمیشہ دوسرے پر اعتبار کرنے کا عادی ہے حالانکہ معاہدات میں کبھی اعتبار سے کام نہیں لینا چاہئے بلکہ سوچ سمجھ کر اور کامل غور وفکر کے بعد الفاظ تجویز کرنے چاہئیں۔ گو میں سمجھتا ہوں یہ معاہدہ بعض انگریزی فرموں سے ہے حکومت سے نہیں اور ممکن ہے جس فرم نے یہ معاہدہ کیا ہے اُس کے دل میں بھی دھوکا بازی یا غداری کا کوئی خیال نہ ہو مگر الفاظ ایسے ہیں کہ اگر اس فرم کی کسی وقت نیت بدل جائے تو وہ سلطان ابن سعود کو مشکلات میں ڈال سکتی ہے۔ مگر یہ سمجھنے کے باوجود ہم نے اس پر شور مچانا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ ہم نے خیال کیا کہ اب سلطان کو بدنام کرنے سے کیا فائدہ۔ اس سے سلطان ابن سعود کی طاقت کمزور ہوگی اور جب ان کی طاقت کمزور ہوگی تو عرب کی طاقت بھی کمزور ہو جائے گی۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ دعاؤں کے ذریعہ سے سلطان کی مدد کریں اور اسلامی رائے کو ایسا منظّم کریں کہ کوئی طاقت سلطان کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کی جُرأت نہ کر سکے۔

پس خانہ کعبہ، مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق جو ہمارے جذبات ہیں ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ دوسروں کی نسبت بہت زیادہ سخت ہیں اور اگر اس میں کسی کو شبہ ہو تو میں اس کے لئے بھی وہی تجویز پیش کرتا ہوں جو پہلے امر کے متعلق پیش کر چکا ہوں کہ اس قسم کا اعتراض کرنے والے آئیں اور ہم

سے مباہلہ کر لیں ۔ہم کہیں گے کہ اے خدا! مکہ اور مدینہ کی عظمت ہمارے دلوں میں قادیان سے بھی زیادہ ہے ہم ان مقامات کو مقدس سمجھتے اور ان کی حفاظت کے لئے اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن اے خدا! اگر ہم دل سے یہ نہ کہتے ہوں بلکہ جھوٹ اور منافقت سے کام لے کر کہتے ہوں اور ہمارا اصل عقیدہ یہ ہو کہ مکہ اور مدینہ کی کوئی عزت نہیں یا قادیان سے کم ہے تو تُو ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر عذاب نازل کر۔اس کے مقابلہ میں احرار اُٹھیں اور وہ یہ قسم کھا کر کہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ احمدی مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے دشمن ہیں اور ان مقامات کا گرنا اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجائی جانا احمدیوں کو پسند ہے پس اے خدا! اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے اور احمدی مکہ و مدینہ کی عزت کرنے والے ہیں تو تُو ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر عذاب نازل کر۔ وہ اس طریقِ فیصلہ کی طرف آئیں اور دیکھیں کہ خدا اِس معاملہ میں اپنی قدرت کا کیا ہاتھ دکھاتا ہے لیکن اگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوں تو یاد رکھیں جھوٹ اور افترا دنیا میں کبھی کامیاب نہیں کر سکتا۔ وہ مت خیال کریں کہ وہ آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندہ ہیں اور اس اعتراض میں کروڑوں مسلمان اُنکے ہمنوا ہیں ۔خدا تعالیٰ نے انہیں تھوڑے ہی دنوں میں دکھا دیا ہے۔ابھی چند ہفتے ہوئے میں نے اِسی ممبر پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ **زمین احرار کے پاؤں تلے سے نکلی جارہی ہے اور میں ان کی شکست ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں**۔اب دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ زمین ان کے پاؤں سے نکل گئی ۔پس وہ کروڑوں نہیں اور مسلمان ہرگز ان کے ساتھ شریک نہیں ۔ بے شک مسلمانوں میں چور اور ڈاکو بھی ہیں لیکن عام حالت ان کی یہ ہے کہ جس وقت خدا تعالیٰ کا نام ان کے سامنے لیا جاتا ہے ان کے دل خدا تعالیٰ کے خوف سے کانپ اُٹھتے ہیں پس میں نہیں سمجھتا کہ آٹھ کروڑ چھوڑ ایک کروڑ مسلمان بھی اس اعتراض میں احرار کے ہمنوا ہوں ۔ یقیناً وہ ان سے جُدا ہیں مگر جو بھی ان کے ساتھ شامل ہیں میں انہیں کہتا ہوں کہ اِس جھوٹ سے کوئی فائدہ نہیں ایک خدا ہے جو آسمان پر موجود ہے اور جو جھوٹوں پر اپنی لعنت ڈال کر انہیں تباہ و برباد کیا کرتا ہے۔اگر وہ اپنے اِس جھوٹے اور ناپاک پراپیگنڈا سے باز نہیں آئیں گے، اور اگر وہ الزام تراشی اور کذب بیانی کو نہیں چھوڑیں گے تو خدا انہیں اَور زیادہ ذلیل اور رُسوا کرے گا اور انہیں اَور زیادہ اپنی لعنت کا نشانہ بنا دے گا۔ وہ ہماری طرف جو بھی جھوٹ منسوب کر رہے ہیں اور کریں گے خدا اس جھوٹ کو اُن کے سروں پر ڈالے گا اور وہ آئندہ زمانہ میں اس سے بھی

زیادہ عذاب دیکھیں گے جو وہ دیکھ چکے اور اگر ان میں ہمت ہے تو وہ آئیں مباہلہ کریں اور دیکھیں کہ خدا کی قدرت انہیں کیا دکھاتی ہے۔

(الفضل ۳ر ستمبر ۱۹۳۵ء)

---

۱ مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۶۶۔المکتب الاسلامی بیروت

۲ البقرۃ: ۱۸۴

۳ سیرت ابن ھشام جلد ۱ صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ

۴ اسد الغابۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ مطبوعہ ریاض ۱۲۸۵ھ

۵ موضوعات کبیر، ملّا علی قاری صفحہ ۳۵ مطبوعہ دھلی ۱۳۴۶ھ

۶ سیرت ابن ھشام جلد ۱ صفحہ ۸۱ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ